دستور العمل اور ضوابط

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

شرح قیمت حسب ذیل ہے

۱- ہر انگریزی مہینے کی ۹-۱۶-۲۳-۳۰ تاریخ امرتسر سے شائع ہوگا +

۲- جواب طلب امور کیلئے ٹکٹ یا جوابی پوسٹ کارڈ آنا چاہئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف +

۳- جملہ خط وکتابت و ترسیل زر ڈاکخانہ کے قواعد کے موافق شیخ یعقوب علی ایڈیٹر و پروپرائٹر الحکم امرتسر کے نام ہونی چاہئے اور انکی ہی دستخطی رسید وغیرہ مصدقہ ہوگی -

۴- اعلیٰ درجہ کی مضامین کا معقول معاوضہ دیا جائیگا خلاف تہذیب اور شخصی اشتہارات جنکی نسبت الحکم کو سچ ہونیکا تجربہ نہ ہو جائیگا اجرت پر بھی چھاپا نہ جائیگا - مینیجر

الحکم

	سالانہ	ششماہی
۵- گورنمنٹ اور والیان ریاست	ع۵	ع۳
ہندوستان سے باہر	ے	للعہ

خاص اور معاونین سے امید معاونت

عام خریداران سے ے

۶- مابعد کی کوئی شرط نہیں اور نہ شرح مابعد کسی کے نام اخبار جاری ہوگا پانچواں نمبر بغیر وصول قیمت روانہ ہوگا -

۷- ایک ماہ کے اندر جن حضرات سے قیمت وصول نہ ہوگی انکے نام اخبار بند کر کے چھ ماہ کی قیمت کا مطالبہ ہوگا کیونکہ چھ ماہ سے کم کے لئے کسی کے نام اخبار جاری نہ ہوگا۔

نمبر ۵ | امرتسر - ۲۳ - نومبر سنہ ۱۸۹۷ع | جلد ۱

نروان کی فلاسفی

مسئلہ نروان جسے ہم فنا فی اللہ کہتے ہیں۔ پہلو پہل دنیا میں بڑے متبرک بدھ گوتم نے دریافت کر کے علی رؤس الاشہاد بیان کیا۔ نروان کا لفظی مفہوم نیستی یا استغراق ہے۔ مختلف فاضلوں نے اسکو مختلف طور پر بیان کیا ہے۔ اور ابتک بھی اس لفظ کے اصلی معنوں میں شک عظیم پایا جاتا ہے۔ بدھ نے عرصہ دراز تک ذاتی تدبر کے بعد اور بقول بعض علم مابعد الطبیعت کے طریق سے اس نتیجہ پر پہنچا "کہ ہر ایک نیک ترین انسان کا مقصد یہہ ہے کہ جسمانی بندھنوں اور برائیوں سے اپنی انسانی روح کو علت العلل کی روح میں مستغرق کر کے نجات پائے" لیکن نروان میں یہہ سادہ فلاسفی قابل اطمینان نہیں۔ بدھ کی روحانی زندگی کامل نہ تھی اور وہ ابدی طور پر اس سے وابستہ نہیں رہا۔ وہ مایوسی کی حالت میں بہت مصائب اٹھا کر پھر دنیا کیطرف لوٹا۔ اور "معتدل طریق" کی تعلیم دی۔ یہہ امر واجب التسلیم ہے کہ نروان کا خیال عظیم اول اول اسی میں پیدا ہوا۔ اور یہہ بھی درست ہے کہ وہ اپنے حصول مقصود تک پہنچا لیکن بوجوہات چند در چند اسکے حصول سے قاصر رہا۔ بدھ ایک فلاسفر تھا وہ ایک مدبر اور رشی تھا لیکن وہ منصور کی طرح مجذوب نہ تھا۔ جس کے خون سے بھی انا الحق (لاریب میں خدا ہوں) کی صدا نکلی جب وہ برسر دار کھینچا گیا۔ منصور کی حالت میں ہم نروان کی خیالی تمثیل کے وقوع کا معائنہ کرتے ہیں اب قبل ازیں کہ ہم آگے چلیں مناسب ہوگا ہم اپنے مضمون کے دو امور عظیم یعنے شخصیت اور کلیت پر غور کریں +

بادی النظر میں یہہ ماننا پڑیگا کہ ہر واحد ہستی کسی مبداء کل سے نکلی ہے جس میں وہ مستغرق ہوسکتی ہے۔ آؤ اسکو ایک تجربہ سے ثابت کریں۔

تجربہ

ایک روشن بتی لو اور اس کی شعاع کا عکس لو۔ اب یہہ شعاع صرف اس بڑی روشنی کا عکس ہے جو فی الفور اسی میں متحد ہو جاتی ہے جبکہ سامان تجربہ دور کر دیا جاوے +

بعینہ انسانی روح روح کل کا شعبہ ہے جو کل عالم پر پھیلتی ہے ہم خیال کرتے ہیں کہ ہم مسئلہ نروان کو بنائے محکم پر قائم کرنے کے قابل ہوگئے ہیں گو یہہ سوفسطائیوں کے حملات کی برداشت نہیں رکھتے اب ہم اس کے حصول کے عمل پر غور کریں گے۔ بدھ کے قوانین کرم (فعل) اگرچہ فلاسفیکل اصولوں پر مبنی ہیں لیکن انسان کو آخری منزل تک رہنمائی نہیں کرسکتے۔ وہ دل کو اس تعلیم عظمیٰ کے لئے طیار کرسکتے ہیں جو حصول نروان کے لئے بطور بنیاد کے ہے۔ یعنے محبت کرو۔ پاک محبت یا باصطلاح ہمارے صوفیہ کرام عشق حقیقی تمام ذہنی بناوٹ محبت سے بھر جانی چاہئے + اور ہر قوائے سے محبت ہی کا دم آنا چاہئے پھر نروان یا روح کا ابدی آرام حاصل ہوگا لیکن یہہ محبت تکمیل کے مختلف مدارج رکھتی ہے۔ حافظ علیہ الرحمتہ اس کے درجہ اول میں اپنے روحانی رہنما کو مخاطب کر کے کہتا ہے ؎

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

اور آخری درجہ پر وہ کہتا ہے کہ "جو شخص عشق میں ہی محو اور فنا ہوگیا ہو اور محو فی نفسہ ہو جاوے اس کو درد محبت ہی نہ ہوگا اور نہ اس کے علاج کی ضرورت"۔ حافظ فرقہ صوفیہ سے تعلق رکھتا تھا اور وہ فری تھنکر (آزاد خیال تھا) اس کا مذہب عشق حقیقی تھا جس کو اس نے آخر تک نبھایا یہاں تک کہ درجہ فنا فی اللہ کا حاصل کیا۔ صوفی ازم اب صرف بطریق میراث پایا جاتا ہے جس کا باعث دریافت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ مرشد یا روحانی پیشوا متعصب اور ضدی اشخاص ہیں جن کی تعلیم کم ظرفی پر مبنی ہے۔ وہ اپنے تعلقات و مکالمات براہ راست بذریعہ خواب اللہ یا اپنے پیغمبر سے ظاہر کرتے ہیں مگر باایں ہمہ ان کے پیرو یا مرید مجہول مطلق ہوتے ہیں۔ انکی تنگ ظرفی کا یہیں خاتمہ نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے صوفی ازم یا پیری (کیونکہ وہ اسے یہی کہتے ہیں) کو ایک پیشہ کی صورت میں تبدیل کرلیا ہے۔ مجھے بذات خود ایسے اشخاص کا علم ہے جو دہقانی بنگال کے سادہ لوح دیہاتیوں میں اپنا کام خوب زور شور سے کر رہے ہیں یہہ امر مشکوک ہے کہ آیا مسئلہ نروان کی کوئی وقعت اس کمینہ تاملیزم کی ترقی کے زمانہ میں ہمارے فلاسفروں کے ذہن میں بھی ہے یا نہیں ؟ اس ویرانہ میں ایسے درویش اور عابد بھی ہونگے جو مختلف طریق پر اس مصروف دنیا میں ریاضتوں اور مشقتوں میں مصروف ہیں۔ ہم بعض بے وقوف سادھوؤں کو دیکھتے ہیں جو اُن بتوں کے سامنے استسی کرتے ہیں جو خود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہیں اور فلسفی زاہد ایک غیر مرئی خدا کی پرستش میں مصروف ہیں لیکن سب کے سب اسی ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں گو طریق مختلف ہیں بقول حافظ ہر ایک شخص تلاش

محبوب کا شیدا ہو خواہ وہ پرہیزگار ہو یا نہ اور ہر ایک جگہ محبت خانہ ہو خواہ مسجد یا مندر تمام مذہب ہستیاں ایک مقصد رکھتی ہیں یعنی وہی مقصد جو حصول نروان کے نام سے پکارا جاتا ہے

مندرجہ بالا مضمون مسلم کرانیکل کلکتہ میں کسی اسد الزمان صاحب نے شائع کرایا ہے ہم اس مضمون پر کچھ بھی لکھنا نہیں چاہتے صرف سید نامود اضافی حضرت اقدس جب حقیقت اسلام بیان کرتے وقت سعادت تامہ کے مدارج میں درجہ اول یعنی فنا فی اللہ کی جو کیفیت اور ماہیت بیان کی ہے اسی درج کرتے ہیں اور مسلم کرانیکل کے لائق ایڈیٹر سے امید کرتے ہیں کہ وہ اس مضمون کو درج کر کے منشی اسد الزمان اور اپنے دوسرے معزز ناظرین کی دلچسپی کا سامان پیدا کرینگے اور ہمکو یقین واثق ہے کہ منشی صاحب اور مسلم کرانیکل کے اکثر صاف طینت ناظرین پر اسکا بہت اچھا اثر پڑیگا اب ذیل میں ہم اس مضمون کو درج کرتے ہیں - ایڈیٹر

اب واضح ہو کہ لغت عرب میں اسلام اسکو کہتے ہیں کہ بطور پیشگی ایک چیز کا مول دیا جاوے اور یا یہہ کہ کسی کو اپنا کام سونپیں اور یا یہہ کہ صلح کے طالب ہوں اور یا یہہ کہ کسی امر یا خصومت کو چھوڑ دیں +

اور اصطلاحی معنی **اسلام** کے وہ ہیں جو اس آیت کریمہ میں اسکی طرف اشارہ یعنی یہہ کہ بلی من اسلم وجہہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یعنی مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سپرد کر دیوے یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کیلئے اور اسکے ارادوں کی پیروی کیلئے اور اسکی خوشنودی کے حاصل کرنیکے لئے وقف کر دیوے اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کیلئے قائم ہو جاوے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اسکی راہ میں لگا دیوے مطلب یہہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جاوے -

"اعتقادی" طور پر اس طرح سے کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اسکی اطاعت اور اسکے عشق اور محبت اور اسکی رضامندی حاصل کرنیکے لئے بنائی گئی ہے -

"اور عملی طور پر" اس طرح سے کہ خالصاً للہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق اور ہر ایک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں بجا لاوے مگر ایسے ذوق و شوق و حضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبود حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے -

پھر بقیہ ترجمہ آیت کا یہہ ہے کہ جسکی اعتقادی و عملی صفائی ایسی محبت ذاتی پر مبنی ہو اور ایسے طبعی جوش سے اعمال حسنہ اس سے صادر ہوں وہی ہے جو عند اللہ مستحق اجر ہے اور ایسے لوگوں پر نہ کچھہ خوف ہے اور نہ وہ کچھہ غم رکھتے ہیں یعنی ایسے لوگوں کیلئے نجات نقد موجود ہے کیونکہ جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان لا کر اس سے موافقت تامہ ہو گئی اور ارادہ اسکا خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہمرنگ ہو گیا اور تمام لذت اسکی فرمانبرداری میں ٹھہر گئی اور جمیع اعمال صالحہ مشقت کی راہ سے نہیں بلکہ تلذذ اور احتظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگے تو یہی وہ کیفیت ہے جسکو فلاح اور نجات اور رستگاری سے موسوم کرنا چاہئے اور عالم آخرت میں جو کچھ نجات کے متعلق مشہود و محسوس ہو گا وہ درحقیقت اسی کیفیت راسخہ کے اظلال و آثار ہیں جو اس جہان میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائینگے مطلب یہہ ہے کہ بہشتی زندگی اسی جہان سے شروع ہو جاتی ہے اور جہنمی عذاب کی جڑھ بھی اسی جہان کی گندی اور کورانہ زیست ہے +

اب آیات ممدوحہ بالا پر ایک نظر غور ڈالنے سے ہر ایک سلیم العقل سمجھہ سکتا ہے کہ اسلام کی حقیقت تب کسی میں متحقق ہو سکتی ہے کہ جب اسکا وجود معہ اپنے تمام باطنی و ظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کیلئے اور اسکی راہ میں وقف ہو جاوے اور امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اسی معطی کو واپس دی جائیں اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اسکی حقیقت کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے یعنی شخص مدعی اسلام یہہ بات ثابت کر دیوے کہ اسکے ہاتھہ اور پیر اور دل اور دماغ اور اسکی عقل اور اسکا فہم اور اسکا غضب اور اسکا رحم اور اسکا حلم اور اسکا علم اور اسکی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں اور اسکی عزت اور اسکا مال اور اسکا آرام اور سرور اور جو کچھ اسکا سر کے بالوں سے پیروں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے یہانتک کہ اسکی نیات اور اسکی دل کے خطرات اور اسکے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں کہ جیسے ایک شخص کے اعضا اس شخص کے تابع ہوتے ہیں - غرض یہہ ثابت ہو جائے کہ صدق قدم اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اسکا ہے وہ اسکا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا ہے - اور تمام اعضا اور قوائے الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں کہ گویا وہ **جوارح الحق** ہیں +

اور ان آیات پر غور کرنیسے یہہ بات بھی صاف اور بدیہی طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو حقیقت اسلام ہے دو قسم پر ہے **ایک** یہہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے اور اسکی عبادت اور محبت اور خوف اور رجا میں کوئی دوسرا شریک باقی نہ رہے اور اسکی تقدیس اور تسبیح اور عبادت اور تمام عبودیت کے آداب اور احکام اور اوامر اور حدود اور آسمانی قضا و قدر کے امور بدل و جان قبول کئے جائیں اور نہایت نیستی اور تذلل سے ان سب حکموں اور حدوں اور قانونوں اور تقدیروں کو بارادت تمام سر پر اٹھا لیا جاوے اور نیز وہ تمام پاک صداقتیں اور پاک معارف جو اسکی وسیع قدرتوں کی معرفت کا ذریعہ اور اسکی ملکوت اور سلطنت کے علو مرتبہ کو معلوم کرنیکے لئے ایک واسطہ اور اس کی آلاء اور نعماء کے پہچاننے کے لئے ایک قوی رہبر ہیں بخوبی معلوم کر لیجائیں +

دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنیکی یہہ ہے کہ اسکے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچی غمخواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جاوے دوسروں کو آرام پہنچانے کیلئے دکھ اٹھاویں اور دوسروں کی راحت کیلئے اپنے رنج گوارا کریں

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام کی **حقیقت** نہایت ہی اعلیٰ ہے اور کوئی انسان کبھی اس شریف لقب اہل اسلام سے حقیقی طور پر ملقب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنا سارا وجود معہ اسکی تمام قوتوں اور خواہشوں اور ارادوں کے حوالہ بخدا نکر دیوے اور اپنی انانیت سے معہ اسکے جمیع لوازم کے ہاتھہ اٹھا کر اسکی راہ میں نہ لگ جاوے - پس حقیقی طور پر اسی وقت کسی کو مسلمان کہا جائیگا کہ جب اسکی غافلانہ زندگی پر ایک سخت **انقلاب** وارد ہو کر اسکے نفس امارہ کا نقش ہستی معہ اسکے تمام جذبات کے یکدفعہ مٹ جاوے اور پھر اس موت کے بعد محسن للہ ہونیکی نئی زندگی اس میں پیدا ہو جائے اور وہ ایسی پاک زندگی ہو جو اسمیں بجز طاعت خالق اور ہمدردی مخلوق کے اور کچھہ بھی نہ ہو -

خالق کی طاعت اس طرح سے کہ اسکی عزت و جلال اور یگانگت ظاہر کرنیکے کے لئے بے عزتی اور ذلت قبول کرنیکے لئے مستعد ہو اور اسکی وحدانیت کا نام زندہ کرنے کے لئے ہزاروں موتوں کے قبول کرنیکے لئے طیار ہو اور اسکی فرمانبرداری میں ایک ہاتھہ دوسرے ہاتھہ کو بخوشی خاطر کاٹ سکے اور اسکے احکام کی عظمت کا پیار اور اسکی رضا جوئی کی پیاس گناہ سے ایسی نفرت دلا دے کہ گویا وہ کھا جانیوالی ایک آگ ہے یا ہلاک کرنیوالی ایک زہر ہے یا بھسم کر دینے والی ایک بجلی ہے جس سے اپنی تمام قوتوں کے ساتھہ بھاگنا چاہیے - غرض اسکی مرضی ماننے کے لئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دے اور اسکے پیوند کے لئے جانکاہ زخموں سے مجروح ہونا قبول کر لے اور اسکے تعلق کا ثبوت دینے کے لئے سب نفسانی تعلقات توڑ دے :-

اور خلق اللہ کی خدمت اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طرق کی راہ سے قسام ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے ان تمام امور میں محض اللہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے انکو نفع پہنچاوے اور ہر یک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور انکی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کیلئے زور لگاوے :-

مگر یہہ للہی وقف محض اس صورت میں اسم بامسمیٰ ہو گی کہ جب تمام اعضا للہی طاعت کے رنگ سے ایسے رنگ پذیر ہو جائیں کہ گویا وہ ایک آلہی آلہ ہیں جن کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً افعال الٰہیہ ظہور پذیر ہوتے ہیں یا ایک مصفا آئینہ

ہیں جس میں تمام مرضیات الٰہیہ بصفائے تام عکسی طور پر ظہور پکڑتی رہتی ہیں اور جب اس درجہ کاملہ پر للّہی طاعات و خدمات پہنچ جائیں تو اس صبغۃ اللہ کی برکت سے اس وصف کے انسان کی قوائے اور جوارح کی نسبت وحدت شہودی کے طور پر یہہ کہنا صحیح ہوتا ہے کہ مثلاً یہہ آنکھیں خدا تعالیٰ کی آنکھیں اور یہہ زبان خدا تعالیٰ کی زبان اور یہہ ہاتھ خدا تعالیٰ کے ہاتھ اور یہہ کان خدا تعالیٰ کے کان اور یہہ پاؤں خدا تعالیٰ کے پاؤں ہیں۔ کیونکہ وہ تمام اعضاء اور قوتیں للّہی راہوں میں خدا تعالیٰ کے ارادوں سے پر ہو کر اور اُسکی خواہشوں کی تصویر بنکر اس لائق ہو جاتے ہیں کہ انکو اُسی کا روپ کہا جاوے وجہ یہہ کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء پورے طور پر اسکی مرضی اور ارادہ کے تابع ہوتے ہیں ہیں ایسا ہی کامل انسان اس درجہ پر پہنچکر خدا تعالیٰ کی مرضیات و ارادت سے موافقت تامہ پیدا کر لیتا ہی۔ اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور وحدانیت اور مالکیت اور معبودیت اور اسکی ہر یک مرضی اور خواہش کی بات ایسی ہی اسکو پیاری معلوم ہوتی ہی کہ جیسی خود خدا تعالیٰ کو۔ سو یہہ عظیم الشان للّہی طاعت و خدمت جو پیار اور محبت سے مِلی ہوئی اور خلوص اور حنفیت تامہ سے بھری ہوئی ہے یہی اسلام اور اسلام کی حقیقت اور اسلام کا لب لباب ہی جو نفس اور خلق اور ہوا اور ارادہ سے موت حاصل کرنیکے بعد ملتا ہے:۔

اس جگہ یہہ نکتہ بھی یاد رہے کہ آیت موصوفہ بالا یعنے بلٰی من اسلم وجھہ للّٰہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون سعادت تامہ کے تینوں ضروری درجوں یعنے فنا اور بقا اور لقا کیطرف اشارت کرتی ہی۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اسلم وجھہ للّٰہ کا فقرہ یہہ تعلیم کر رہا ہی کہ تمام قوائے اور اعضاء اور جو کچھہ اپنا ہی خدا تعالیٰ کو سونپ دینا چاہئے اور اُسکی راہ میں وقف کر دینا چاہئے اور یہہ وہی کیفیت ہے جسکا نام دوسرے لفظوں میں فنا ہی وجہ یہہ کہ جب انسان نے حسب مفہوم اس آیت ممدوحہ کے اپنا تمام وجود معہ اُسکی تمام قوتوں کے خدا تعالیٰ کو سونپ دیا اور اُسکی راہ میں وقف کر دیا اور اپنی نفسانی جنبشوں اور سکونوں سے بکلی باز آ گیا تو بلا شبہ ایکقسم کی موت اسپر طاری ہو گئی اور اِسی موت کو اہل تصوف فنا کے نام سے موسوم کرتے ہیں:۔

خانۂ جنگی

نیا سلسلہ نمبر اوّل

جو مضامین گذشتہ دو ہفتوں سے اِس عنوان کے تحت میں ہمارے ناظرین ملاحظہ کر رہے ہیں اُس کو کچھ عرصہ کے لئے ہم وہیں چھوڑ کر اس نئے سلسلہ کو شروع کرنے پر مجبور ہیں اس کے مطالعہ سے ناظرین کو اندازہ کرنیکا ایک اچھا موقعہ مل جائیگا کہ وہ امرتسری مُلّاؤں کی طبیعت کی اُفتاد کو بخوبی دیکھ لیں۔

۱۸ نومبر ۱۸۹۷ء کو اتفاقی طور پر ہمارے واجب الادب مخدوم عالی جناب حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیروی تشریف فرما امرتسر ہوئے اور اپنی عادت مستمرہ کے موافق اپنے جسمانی اور روحانی معالجات سے لوگوں کو نفع پہنچاتے رہے اس مختصر سے قیام میں جو صرف دو دن ایک رات کا تھا آپنے بیسیوں مریضوں کو دیکھا اور اُن کو شفا بخش نسخے دیئے۔ اور کلام اللہ کی پاک اور لطیف تفسیر تو ہر وقت ہوتی رہی ہم اپنے ناظرین کو وہ سارے روحانی لطایف دوسرے وقت سنائیں گے اور ہم نے ایک کافی مصالحہ اُن کے ترتیب دینے کا جمع کر لیا ہی۔

بہرحال ۱۹ نومبر ۱۸۹۷ء کی صبح کو انجمن فرقانیہ امرتسر (یعنے جماعت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ممبروں نے اُس روز قیام کرنے کے لئے درخواست کی مگر جناب مولانا صاحب بدیں وجہہ کہ دار الامان قادیان میں اُن کا نواسہ بیمار تھا چلے جانے پر مجبور تھے آخر باوجود اصرار بسیار آپ ۹ بجکر ۲۰ منٹ گذرے مکان سے روانہ ہوئے بدیں خیال کہ شاید گاڑی مل جاوے۔ مگر جونہی سٹیشن پر پہنچے گاڑی نے روانگی کا وِسل دیا۔ آخر تن بہ تقدیر واپس ہوئے۔ راستہ میں مختلف مقامات پر آپ ٹھہر جاتے تھے اور عجائبات قدرت کے متعلق لطیف باتیں سُناتے تھے۔ آخر الامر خراماں خراماں دفتر الحکم میں رونق افروز ہوئے۔ اور ہیچمیرز اڈیٹر کی عزت افزائی کی۔ کلاہ گوشۂ دہقان بہ آفتاب رسید والا معاملہ ہوا + لوگ پھر جوق جوق آنے شروع ہوئے اور مولانا صاحب حسب معمول روحانی اور جسمانی معالجہ میں مصروف ہوئے۔ اس

اثنا میں انجمن فرقانیہ نے حسب اجازت مولانا صاحب ممدوح آپ کے وعظ کا اشتہار چھاپ کر تقسیم کر دیا تا نماز جمعہ سے پہلے اِمَّا مِنْکُمْ مِنْکُمْ کے متعلق آپنے ایک لطیفہ بیان فرمایا جو امرتسر میں مولوی نور الدین صاحب کے دو دن والے مضمون میں بیان ہوگا + دفتر الحکم ہی میں نماز جمعہ ہوئی۔ اشتہار میں چونکہ بعد نماز جمعہ وعظ کا وقت مقرر تھا لیکن کمی وقت کی وجہہ سے ہم پورا انتظام نہ کر سکے اِس لئے جو لوگ آتے تھے اُن کو تین بجے کے وعدے پر واپس کرتے رہے اس مقام پر ہم جناب شیخ فیروز الدین صاحب میونسپل کمشنر امرتسر کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے نہایت فراخدلی سے اپنا عالیشان مکان اِس ثواب بخش کام کے لئے عطا فرمایا اور آپنے بہت مدد دی بلکہ اسلامیہ سکول کی بلڈنگ کے دلانے میں بہت کچھ امداد دینی چاہی لیکن انجمن فرقانیہ نے اس مکان کو کافی سمجھ کر اُن کا شکریہ ادا کیا۔ بایں ہمہ شیخصاحب نے جناب مولوی صاحب کے کسی دوسرے عام لیکچر کے لئے کافی امداد دینے کا وعدہ کیا یہہ ذکر ضمنی طور پر آ گیا ہی اس لئے ہم شیخصاحب کی اُس عالی ہمتی اور اسلامی ہمدردی کا ذکر بھی ضروری سمجھتے ہیں جو دوسرے جنگ مُقدّس کے دوران میں آپنے بحیثیت اسلام کے ایک معزز ممبر ہونے کے حضرت اقدس کے ساتھ ظاہر فرمائی تھی باوجودیکہ شیخصاحب بعض مسایل میں ہمارے ساتھ اختلاف رکھتے ہیں لیکن اُن کا وہ اختلاف بھی بالکل نیک نیتی پر مبنی ہی اور اللہ تعالیٰ اُن کو انشراح صدر عطا کریگا۔ اُس طوفان بے تمیزی میں جب کہ بعض برائے نام مسلمان بھی حضرت اقدس کے دشمنوں کے لئے دعائیں کر رہے تھے اِس شیردل نوجوان نے نہایت پرجوش دل اور عالی حوصلگی سے ایڈیٹر الحکم کو (جو اُس جنگ میں حضرت کے ساتھ تھا) امرتسر سے روانہ ہوتے وقت کہا کہ اگر خدانخواستہ روپیہ کی ضرورت خواہ وہ ضرورت کہیں کیوں نہ پڑے تو مجھے بذریعہ تار اطلاع دو میں دس ہزار روپیہ تک نقد دینے کو تیار ہوں جزاھم اللہ خیر الجزا۔

اِس ذکر سے ہمارا یہہ منشا ہی تا ہم مخالفوں کو دکھلائیں کہ ایسے سعید الفطرت لوگ بھی دُنیا میں ہیں۔ بہرحال شیخصاحب کے مکان میں اس جلسہ کا انتظام ہوا۔ کوئی تین بجے کے قریب لوگ آنے شروع ہوئے ابھی لوگ اچھی طرح نہ آئے تھے کہ ایک شخص میاں محمد دین صاحب معہ ایک دو آدمیوں کے ایک رقعہ لیکر آ موجود ہوئے۔ رُقعہ کی ظاہری حالت اپنے بھیجنے والے کی شکستہ دلی اور اندرونی حالت

کا جربہ اُتارے دیتی تھی - جناب مولانا صاحب نے رقعہ پڑھ کر عوام حاضرین کو سُنایا اور پھینک دیا - اور فرمایا کہ اُن کو کس نے کہا ہے کہ تم ہمارا وعظ اگر سنو - اب یہہ جھگڑے ایک آدمی کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں یا اُس کے فیصلہ کرنے پر فیصل ہو جائیں گے جاؤ - تم بھی کتابیں لکھکر پھیلاؤ پبلک خود فیصلہ کرے گی" اس پر ادہر اُدہر سے آوازیں آنے لگیں - ایڈیٹر الحکم نے چاہا کہ رقعہ لیکر نقل کرے لیکن محمد دین صاحب جو سفیر ہو کر آئے تھے کچھ ایسے بوکھلائے کہ بدحواس سے ہو کر کہنے لگے - الحکم کے لئے کارروائی کرنے لگے ہو رقعہ چھوڑ دو" کوئی اُس بزدل سے پوچھے کہ جب تم مباحثہ اور مناظرہ کرنے کو طیار ہو تو اُس رقعہ کے الحکم میں شایع ہونے سے کیوں ترساں ہو - اور بڑے ہی جھلا کر پھر کہنے لگے - "ہمارا کیا کسی نے قلم رد کا ہے" عام طور پر جواب ملا کہ "تم کو کہا کس نے ہے کہ تم نہ لکھو یہی تو جواب دیا جاتا ہے کہ تم بھی تحریریں کرو" +

اِدھر جناب مولانا صاحب نے پنسل لیکر عام طور پر اُس کا جواب لکھنا شروع کیا اُدہر محمد دین صاحب اپنی لیاقت کی داد دینے لگے - چنانچہ اڈیٹر الحکم کی نسبت کہنے لگے کہ "وہ اُردو انگریزی کے سوا جانتا ہی کیا ہے ہم کچھ اور بھی جانتے ہیں" کوئی پاس سے بولا "جی ہاں آپ جانتے ہیں - کشنیز - گلقند" اُس پر ایک فرمایشی قہقہہ لگنے کو تھا کہ ہمارے مکرم حافظ عبد الرحمٰن اہلمدامرتسر نے جو وہاں پہلے سے موجود تھے ان کو مخاطب کر کے کہا

حافظ صاحب - مولوی صاحب آپ رقعہ لیکر آئے ہیں نہ بحث کرنے آپ جواب لیکر چلے جائیں - اِس اثنا میں اصل رقعہ پھر ہمارے ہاتھ آگیا تو اب محمد دین صاحب پھر جھنجھلائے کہ رقعہ چھوڑ دیا جائے - مگر حافظ صاحب نے پھر کہا -

حافظ صاحب - مولوی جی! اب یہہ رقعہ اُن کا ہے آپ کو اس سے کیا غرض -

(محمد دین) آپ اُن کے حاشیہ نشین جو ہوئے -

حافظ صاحب - (چاہتے تھے کہ ترکی بہ ترکی جواب دیکر کہیں کہ آپ بھی اس وقت حاشیہ نشین ہیں -) مگر اُنھوں نے سلامت روی سے کہا اِس میں شک نہیں مولوی نور الدین صاحب کا علم و فضل اِس قابل ہے کہ اُن کی جسقدر تعظیم کیجاوے وہ کم ہے وہ پنجاب بھر میں ایک بےنظیر آدمی ہیں اور صرف ایک آدمی ہے جو اپنی فضیلت اور لیاقت کے باوجود ایسا خلیق اور ملنسار متواضع ہے اور اسی وجہ سے میں بھی اُن کا نیاز مند ہوں + اور اُن کے پاس بیٹھنے پر فخر کرتا ہوں -

(محمد دین) اِس میں شک ہی کس کو ہے یہہ ہم جانتے ہیں -

حافظ صاحب - پھر جب آپ بھی مانتے ہیں تو جھگڑا ہی فضول ہے آپ میرے ساتھ متفق ہیں -

ہاں میں مرزائی نہیں ہوں

محمد دین - میں آپ کو خوب جانتا ہوں آپ مجھے نہیں جانتے -

حافظ صاحب کسی کو اچھی طرح تو یا خدا جانتا ہے اور یا وہ شخص خود - اور دوسرا تو اچھی طرح کبھی جان نہیں سکتا -

اِس پر محمد دین صاحب چکرائے - مگر حافظ صاحب نے اُن کی جو گت بنائی اُسے وہ کبھی نہ بھولیں گے -

جب محمد دین صاحب زیادہ زور مباحثہ پر دینے لگے تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں بوڑہا ہو گیا مجھے زیادہ تجربہ ہے یہہ بحثیں ایک گھنٹہ میں ختم نہیں ہوا کرتیں" +

اِس پر محمد دین صاحب بولے تو یہہ بولے - بزرگی بہ عقل است نہ بسال - گویا اُس کے یہہ معنے تھے کہ آپ بڑے ہی عقلمند اور دانا ہیں سبحان اللہ -

مگر حافظ صاحب نے جو جواب دیا وہ بہت ہی مطلب خیز اور بامعنی تھا یعنے - درست بزرگی اور دانشمندی آپ کے کلام سے ہی پائی جاتی ہے -

الغرض مولانا صاحب نے جواب لکھ کر حوالے کیا - ازاں بعد یہہ لوگ تو چلے گئے - حافظ صاحب راقم رقعہ مرسولہ میاں ثناء اللہ صاحب کی بابت ضمناً ذکر کرنے لگے کہ ایکبار اُن سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہو گیا اور میں نے اُن کی نسبت کچھ کہا تو وہ مجھے تنبیہاً کہنے لگے کہ علما کی شان میں گستاخی اچھی نہیں جس پر حافظ صاحب اُن کو یہہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ پہلے آپ عالم بنیں اور اپنے تئیں اِس قابل بنالیں کہ واجب التعظیم علماء کے زمرہ میں شامل ہوں پھر یہہ باتیں سنانا اور اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ایک سوال بھی حل طلب دیکر کہا کہ دس دن کے اندر جواب دیدیں تو صد انعام دیتا ہوں - الغرض یہہ لمبا قصہ طے ہونے پر جناب مولانا صاحب نے اپنے فیض قرآن سے لوگوں کو مستفید کیا - احمد اور محمد صلعم آنحضرت کے مبارک ناموں کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے ضمناً بہت سے معارف اور نکات کا دریا بہا کر آخر میں روحانی خلافت کے سلسلہ پر پرزور تقریر کر کے وعظ ختم کر دیا - اب ہم ذیل میں مولانا صاحب کا جواب جو اُنھوں نے دیا اور محمد دین صاحب رقعہ لیکر اُس کی اشاعت پر اُمیدوار تھے دیتے ہیں +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم + نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و آلہ التسلیم - اما بعد فالسلام علیکم خاکسار عرض پرداز ہے کہ امور متنازعہ فیہا مابین ہمارے اور ہمارے مخالفین کے اتنے طویل الذیل ہو گئے ہیں جنکا تصفیہ ایک گھنٹہ کا کام نہیں رہا - اور خاکسار کو شام تک واپس جانا ہے - علاوہ بریں ہمارے خیالات مخفی نہیں ہے - جسطرح ہمنے تحریراً خیالات شایع کئے ہیں - آپ انکی تردید تحریراً شائع فرمادیں +

یہہ جھگڑا ایک شہر کا نہیں اور نہ دو تین آدمیوں میں کہ اُن کے روبرو طے ہونے سے طے ہو گا - یہہ عالمگیر امر ہو گیا ہے پس آپ اپنی کوشش کریں - کہ آپ کی عمدہ تصنیف سے تمام کو نفع پہونچے + والسلام -

نور الدین - ۱۹ - نومبر ۱۸۹۷ء

دار الامان کی خبریں

امام الوقت کتاب البریہ کی تصنیف میں مصروف ہیں جو اپنی طرز کی پہلی کتاب ہو گی کتاب مذکور چھہ جزو سے زاید چھپ چکی ہے اور باقی بسرعت تمام چھپ رہی ہے +

حضور حجۃ الاسلام نے ایک رویا دیکھی کہ گویا دار الامان میں طاعون آ رہی ہے اسکی تفہیم کھجلی ہوئی - آپ نے فرمایا قادیان طاعون ناسمیون سے مامون و مصئون رہیگا - البتہ خارش کا مرض ہو تو تعجب نہیں اس پر جناب نے یہہ بھی اجتہاد فرمایا ہے کہ کھجلی پیدا کر دینے والی دوا طاعون کو روک دیگی - فقرہ مندرجہ خطوط وحدانی اجتہادی و قیاسی ہے نہ الہامی -

---

دار الامان میں اسوقت حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب سلمہ ربہ و حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سلمہ ربہ و خواجہ کمال الدین صاحب بی - اے ہماری جماعت کی افتخار اور سرمایہ ناز حضور کی صحبت سے سعادت اندوز ہو رہے ہیں علاوہ ازیں اور بہت سے احباب ہیں جو ہمیشہ کے لئے مقیم ہیں مولانا عبد الکریم صاحب چند روز سے خاص ارشاد حضرت پر وارد ہوئے ہیں ہمارے مکرم دوست بابو محمد افضل جو افریقہ میں کلرک ہیں آجکل حضرت کے فیض سے بہرہ اندوز کے لئے دار الامان میں تشریف لائے ہیں +

اخبار چودھویں صدی والے بزرگ کی توبہ

علاوہ اور نشانوں کے یہہ بھی ایک عظیم الشان نشان ہے جو حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ایک بزرگ نے جو ہر طرح سے دنیا میں معززہ و رئیس اور اہل علم بھی ہیں اس عاجز کے حق میں ایک دل آزار کلمہ یعنی مثنوی رومی کا یہہ شعر پڑھا تھا جو پرچہ چودھویں صدی ماہ جون ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا تھا اور وہ یہہ ہے

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد + میلش اندر طعنہ پاکاں برد

سو اس رنج کی وجہ سے جو اس عاجز کے دل کو پہنچا اس بزرگ کے حق میں دعا کیگئی تھی کہ یا تو خدا تعالیٰ اس کو توبہ اور پشیمانی بخشے اور یا کوئی تنبیہہ نازل کرے۔ سو خدا نے اپنے فضل اور رحم سے اس کو توفیق توبہ عنایت فرمائی اور اس بزرگ کو الہام کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ اس عاجز کی دعا اس کے بارے میں قبول کیگئی اور ایسا ہی معافی بھی ہوگی۔ سو اس نے خدا سے یہہ الہام پاکر اور آثار خوف دیکھ کر نہایت انکسار اور تذلل سے معذرت کا خط لکھا۔ وہ خط کسی قدر اختصار سے پرچہ چودھویں صدی ماہ نومبر ۱۸۹۷ء میں چھپ بھی گیا ہے۔ مگر چونکہ اس اختصار میں بہت سے ایسے ضروری امور رہ گئے ہیں جن سے یہہ ثبوت ملتا ہے کہ کیونکر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا اور انکے دلوں پر رعب ڈالتا اور آثار خوف ظاہر کرتا ہے۔ اسلئے میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس خط کو جو میرے پاس پہنچا تھا بعض ضروری اختصار کے ساتھ شائع کردوں۔ اور بزرگ موصوف کا یہہ اصل خط اس وجہ سے بھی شائع کرنے کے لائق ہے کہ میں اس اصل خط کو بہت سے لوگوں کو سنا چکا ہوں اور ایک جماعت کثیر اسکے مضمون سے اطلاع پاچکی ہے اور بہت سے لوگوں کو بذریعہ خطوط اسکی اطلاع بھی دیگئی ہے۔ اب جب کہ چودھویں صدی کے پرچہ کو وہ لوگ پڑھیں گے تو ضرور انکے دل میں یہہ خیالات پیدا ہونگے کہ جو کچھ زبانی ہمیں سنایا گیا۔ اس میں کئی ایسی باتیں ہیں جو شائع کردہ خط میں نہیں۔ اور ممکن ہے کہ ہمارے بعض کوتہ اندیش مخالفوں کو یہہ بہانہ ہاتھ آجائے کہ گویا ہم نے نج کے خط میں اپنی طرف سے کچھہ زیادت کی تھی لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس اصل کو چھاپ دیا جاوے مگر یاد رہے کہ چودھویں صدی کے خط میں جس قدر اختصار کیا گیا ہے یہہ کسی کا قصور نہیں ہے اختصار کیلئے مجھ سے ہی اجازت دی تھی مگر اس اجازت کے استعمال میں کسی قدر غلطی ہوگئی ہے لہذا اب اسکی اصلاح ضروری ہے اس تمام قصہ کے لکھنے سے غرض یہہ ہے کہ ہماری جماعت اور تمام حق کے طالبوں کے لئے یہہ بھی ایک خدا کا نشان ہے اور جناب سر سید احمد خاں صاحب بالقابہ کے غور کرنیکے لئے یہہ تیسرا نمونہ ہے کہ کیونکر اللہ جل شانہ اپنے بندوں کی دعائیں قبول کرلیتا ہے سید صاحب موصوف کا یہہ قول تو نہایت صحیح ہے کہ ہر ایک دعا منظور نہیں ہوسکتی بعض دعائیں منظور ہوجاتی ہیں۔ مگر کاش سید صاحب کی پہلی تحریریں اس آخری تحریر کے مطابق ہوتیں +

اس جگہ یہہ بھی یاد رہے کہ بزرگ موصوف جن کا خط ذیل میں لکھا جاتا ہے کچھہ عام لوگوں میں سے نہیں ہیں بلکہ جہانتک میرا خیال ہے وہ ایک بڑے ذیعلم اور علماء وقت میں سے ہیں اور کئی لوگوں سے میں نے سنا ہے کہ ان کو الہام بھی ہوتا ہے اور اس خط میں انہوں نے اپنے الہام کا ذکر بھی کیا ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے وہ بزرگ پنجاب کے معزز رئیسوں اور جاگیرداروں میں سے ہیں اور ایک مدت سے گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی طرف سے ایک معزز عہدہ حکومت پر بھی ممتاز ہیں چونکہ پرچہ چودھویں صدی میں بھی اس بزرگ کے منصب اور مرتبت کا اس قدر ذکر ہوچکا ہے لہذا اس قدر یہاں بھی لکھا گیا اور بزرگ موصوف نے جو میرے نام بغرض معذرت ۹ اکتوبر ۱۸۹۷ء کو خط لکھا تھا جس کا خلاصہ چودھویں صدی میں چھپا ہے اس خط کو بغرض مصلحت مذکورہ بالا بحذف بعض فقرات ذیل میں لکھتا ہوں اور وہ یہہ ہے :-

نقل مطابق اصل

*

اخبار چودھویں صدی والا مجرم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیدی و مولائی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

ایک خطار اپنی غلط کاری سے اعتراف کرتا ہوا اس نیاز نامہ کے ذریعہ سے، قادیاں کے مبارک مقام پر دگویا، حاضر ہوکر آپ کے رحم کا خواستگار ہوتا ہے +

یکم جولائی ۱۸۹۷ء سے یکم جولائی ۱۸۹۸ء تک جو اس گنہگار کو مہلت دیگئی اب آسمانی بادشاہت میں اپکے مقدمہ میں اپنے آپ کو مجرم قرار دیتا ہوں اس موقعہ پر مجھے الہام ہوا کہ جس طرح آپ کی دعا مقبول ہوئی اسی طرح میری عاجزی و التجا قبول ہوکر حضرت اقدس کے حضور سے معافی و رہائی دیگئی، مجھے اب زیادہ معذرت کرنے کی ضرورت نہیں تاہم اس قدر ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ابتدا سے آپ کی اس دعوت پر بہت غور سے جویای حال رہتا رہا اور میری تحقیق ایمانداری و صاف دلی پر مبنی تھی حتی کہ (۹۰) فیصدی یقین کا مدارج پہنچگیا +

(۱) آپ کے شہر کے آریہ مخالفوں نے گواہی دی کہ آپ بچپن سے صادق و پاکباز تھے۔ (۲) آپ جوانی سے اپنی اوقات خدای واحد حیّ و قیوم کی عبادت میں لگاتار صرف فرماتے رہے ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ (۳) آپ کا حسن بیان تمام عالمان ربانی سے صاف صاف علیحدہ نظر آتا ہے آپ کی تمام تصنیفات میں ایک زندہ روح ہے (فیہا ھدی و نور)، (۴) آپ کا مشن کسی فساد اور گورنمنٹ موجودہ کی (جو تمام حالات سے اطاعت و شکرگذاری کے قابل ہے) بغاوت کی رہنمائی نہیں کرتا۔ ان اللہ لا یحب فی الارض فسادا +

حتی کہ میرے بہت سے مہربان دوستوں نے جو ان سے آپ کے معاملات میں ہمیشہ بحث کرتا رہتا تھا مجھ .... خطاب سے مخاطب کیا۔

پھر یہہ کہ باایں ہمہ کیوں؟ میرے منہہ سے وہ بیت مثنوی کا نکلا۔ اسکی وجہ یہہ تھی کہ جب میں لاہور میں آپکی پاس گیا تو مجھ کو اپنے معتبر دوستوں کے ذریعہ سے (جن سے یہہ میری بحث رہتی تھی) خبر ملی کہ آپ سے ایسی باتیں ظہور میں آئی ہیں جس سے کسی مسلمان ایماندار کو آپ کی مخالف خیال کرنے میں کوئی تامل نہیں رہا (۱) آپ نے دعوی رسول ہونے کا کیا ہے اور ختم المرسلین ہونے کا بھی ساتھ ساتھ ادعا کردیا ہے (جو ایک سچے مسلمان کے دل پر سخت چوٹ لگانے والا فقرہ تھا کہ جو عزت ختم رسالت کی بارگاہ الٰہی سے محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ (فداک روحی یا رسول اللہ) کو مل چکی ہے اس کا دوسرا کب حقدار ہوسکتا ہے (۲) آپ نے فرمایا ہے کہ ترک تباہ ہونگے اور انکا سلطان بڑی بے عزتی سے قتل کیا جائیگا اور دنیا کے مسلمان مجھ سے التجا کرینگے کہ میں انکو ایک سلطان مقرر کردوں۔ یہہ ایک خوفناک

* یہہ عنوان بزرگ موصوف اپنے خط کے سر پر لکھا تھا چونکہ اس عنوان میں نہایت انکسار ہے جو انسان کو بوجہ اسکے کمال تذلل کے مورد رحمت الٰہی بناتا ہے اسلئے ہم نے اسکو جیسا کہ اصل خط میں تھا لکھدیا ہے۔ منہ

بربادی بخش پیشگوئی اسلامی دنیا کے واسطے تھی کیونکہ آج تمام مقدس مقامات جو خداوند کے عہد قدیم وجدید سے چلے آتے ہیں ان کی خدمت ترکوں و انکے سلطان کے ہاتھ میں ہے ان مقامات کا ترکوں کی مغلوبی کیحالت میں نکلجانا ایک لازمی اور یقینی امر ہے جسکے خیال کرنے سے ایک ہیبت ناک خطرناک نظارہ دکھائی دیتا ہے کہ اس موقعہ پر دنیا کے ہر ایک مسلمان پر فرض ہو جائیگا کہ ان معبدوں کو ناپاک ہاتھوں سے بچانے کیواسطے اپنی جان ومال کی قربانی چڑہاوے کیسا مصیبت اور امتحان کا وقت مسلمانوں پر آپڑیگا کہ یا تو وہ بال بچے گھر بار پیارے وطن کو الوداع کہکے ان پاک معبدوں کی طرف چل پڑیں یا اس ابدی اور جاوید زندگی سے دست بردار ہو جائیں......

ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا

یہی راز ہے جو مسلمان ترکوں سے محبت کرتے ہیں کہ انکی خیر میں انکے دین و دنیا کی خیر ہے ورنہ ترکوں کا کوئی خاص احسان مسلمانان ہند پر نہیں ہے بلکہ ہم کو سخت گلہ ہے کہ ہماری پچھلی صدی کے عالمگیر کی تباہی میں جبکہ مرہٹوں و سکھوں کے ہاتھ سے مسلمانان ہند برباد ہو رہے تھے ہماری کوئی خبر انہوں نے نہیں لی۔ اس شکریہ کی مستحق صرف سرکار انگریزی ہے جسکی گورنمنٹ نے مسلمانوں کو اس سے نجات دلائی تو ہماری ہمدردی کی وہی خاص وجہ ہے جو اوپر ذکر کیگئی ✣

اور اس کو خیال کرکے دل میں یہہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی سخت ترین مصیبت کیوقت تو مسلمانوں کے ایک سچے راہ نما کا یہہ کام ہوتا کہ وہ عاجزی سے گڑگڑا کر خدا کی حضور میں اس تباہی سے بیڑے کو بچاتا کیا حضرت نوح کے فرزند سے زیادہ ترک گنہگار تھے تو بجائے اسکے کہ ان کے حق میں خدا کے حضور شفاعت کیجاتی نہ الٹا ہنسی سے ایسی بات بنائی جاتی ✣

(۳) و نیز یہہ کہ حضرت والا نے حضرت مسیح کے بارے میں اپنی تصانیف میں سخت حقارت آمیز الفاظ لکھے ہیں جو ایک مقبول بارگاہ الٰہی کے حق میں شایان شان نہ تھے جس کو خداوند اپنی روح و کلمہ فرمائے جنکو حق میں یہہ خطاب ہو وجیہا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین۔ پھر اسکی توہین اور اہانت کیونکر ہو سکتی ہے ✣

یہہ باتیں میرے دل میں بھری تھیں اور انکی تجسس کیواسطے میں پھر کوشش کر رہا تھا کہ یہہ کہانتک صحیح ہیں کہ ناگاہ حضور کا اشتہار ترکی سفیر کے بارہ میں جو نکلا پیش ہوا تو بیساختہ میرے منہہ سے واہ کہیں اور کلام کے مثنوی کا بیت نکل گیا جس پر آپ کو رنج ہوا اور رنج ہونا چاہئے تھا

(۱) رسالت کی دعوی کے بارہ میں مجھکو خود ازالہ اوہام کی دیکھنے سے و نیز آپ کی روحانی اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے والی تقریر سے جو جلسہ مذاہب لاہور میں پیش ہوئی میری تسلی ہو گئی جو محض افترا و بہتان ذات والا پر کسی نے باندھا ✣

(۲) بابت ترکوں کے آپ کے اسی اشتہار میرے عرضی دعوی کے میری تسلی ہو گئی جس قدر آپنے نکتہ چینی فرمائی وہ ضروری اور واجبی تھی ✣

(۳) بابت حضرت مسیح کے بھی ایک بوجہ الزام پایا گیا۔ گو یسوع کے حق میں آپ نے کچھ لکھا ہے جو ایک الزامی طور پر ہے جیسا کہ ایک مسلمان شاعر ایک شیعہ کی مقابل میں حضرت مولانا علیؓ کے بارہ میں لکھتا ہے ✣

آن جوانے بروت مالیدہ۔ بہر جنگ و دغا سگالیدہ
برخلافت دلش بسے مائل۔ لیک بوبکر شد میاں حائل

جادلھم بالتی ھی احسن۔......

مگر ان باتوں کے علاوہ جس سے میرا دل تڑپ اٹھا اور اس سے یہہ صدا آنے لگی کہ اٹھ اور معافی طلب کر نہیں جلدی کہہ ایسا نہ ہو کہ تو خدا کے دوستوں سے لڑنے والا ہو خداوند کریم تمام رحمت ہے کتب علی نفسہ الرحمۃ دنیا کی لوگوں پر جب عذاب نازل کرتا ہے تو اپنے بندوں کی ناراضی کی وجہ سے ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ آپ کا خدا کے ساتھ معاملہ ہے تو کون ہے جو الٰہی سلسلہ میں دخل دیوے خداوند کریم کی اس آخری عظیم الشان کتاب کی ہدایت یاد آئی جو مومن آل فرعون کے قصہ میں فرمائی کہ جو لوگ خدائی سلسلہ کا ادعا کریں انکی تکذیب کیواسطے دلیری اور پیش دستی نہ کرنی چاہئے نہ یہہ کہ انکا انکار کرنا چاہئے وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم۔

مگر یہہ صرف میرا دلی خیال ہی نہیں ہا بلکہ اسکا ظاہری اثر محسوس ہونے لگا۔ کچھ ایسی بنائیں خارج میں پڑنے لگیں جس میں......(اعوذ باللہ)

مصداق ہو جانے لگا یعنی آثار خوف ظاہر ہوئی)
چودہ سو برس ہونے کو آتے ہیں کہ خدا کے ایک برگزیدہ کے
منہہ سے یہہ الفاظ ہماری قوم کے حق میں نکلے......

......

تو کیا؟ قدرت کو ہبا منثورا کرنے کا خیال ہے (تبت الیک یارب) کہ پھر ایک مقبول الٰہی کے منہہ سے وہی کلمہ سنکر مجھے خیال نہ ہو۔

پس یہہ ظاہری خطرات مجھکو اس خط کی تحریر کرتے وقت سب کے سب اڑتے ہوئے دکھائی دیئے جنکی تفصیل کبھی میں پھر کرونگا اسوقت تو میں ایک مجرم گنہگار کی طرح آپکے حضور میں کھڑا ہوا ہوں اور معافی مانگتا ہوں مجھکو حاضر ہونے میں بھی کچھ عذر نہیں مگر بعض حالات میں ظاہر حاضری سے معاف کئے جانے کا مستحق ہوں شاید جولائی سنہ ۱۸۹۸ء سے پہلے حاضر ہی ہو جاؤں۔

امید کہ بارگاہ قدس سے بھی آپ کو راضی نامہ دینے کیلئے تحریک فرمائی جاوے کہ فنسی ولم نجد لہ عزما۔ قانون کا بھی یہی اصول ہے کہ جو جرم عمداً و جان بوجھ کر نہ کیا جائے وہ قابل راضی نامہ و معافی کے ہوتا ہے۔ فاعفوا واصفحوا ان اللہ یحب المحسنین۔

میں ہوں حضور کا مجرم

(دستخط بزرگ) راولپنڈی ۲۹ اکتوبر سنہ ۱۸۹۷ء

یہہ خط بزرگ موصوف کا ہے جس کو ہم نے بعض الفاظ تذلل و انکسار کے حذف کرکے چھاپ دیا ہے اس خط میں بزرگ موصوف اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کو اس عاجز کی قبولیت دعا کی بارہ میں الہام ہوا تھا اور نیز اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے خارج میں بھی آثار خوف دیکھے جنکی وجہ سے زیادہ تر دہشت انکے دل پر طاری ہوئی اور قبولیت دعا کے نشان دکھائی دیئے پس اسجگہ یہہ بات ظاہر کرنیکے لائق ہے کہ ڈپٹی آتھم کی نسبت جو کچھ شرطی طور پر بیان کیا گیا تھا وہ بیان بالکل اس بیان سے مشابہ ہے جو اس بزرگ کی نسبت کیا گیا یعنی جیسا کہ اس عذابی پیشگوئی میں ایک شرط رکھی گئی تھی ویسا ہی اس میں بھی ایک شرط تھی اور ان دونوں شخصوں میں فرق یہہ ہے کہ یہہ بزرگ ایمانی روشنی اپنے اندر رکھتا تھا اور سچ سے محبت کرنیکی سعادت اسکے جوہر میں تھی لہذا اس نے آثار خوف دیکھکر اور خدا تعالیٰ سے الہام پاکر اسکو پوشیدہ کرنا نہ چاہا اور نہایت تذلل اور انکسار سے جہانتک کہ انسان تذلل کر سکتا ہے تمام حالات صفائی سے لکھکر اپنا معذرت نامہ بھیجدیا۔ مگر آتھم چونکہ نور ایمان اور جوہر سعادت سے بے بہرہ تھا اسلئے

باوجود سخت خوفناک اور ہراساں ہونیکے بھی یہہ سعادت اُسکو میسر نہ آئی اور خوف کا اقرار کرکے پھر افترا کے طور پر اس خوف کی وجہ ان ہمارے فرضی حملوں کو ٹھہرایا جو صرف اُسی کے دل کا منصوبہ تھا حالانکہ اس نے پندرہ مہینے تک یعنی میعاد کے اندر کبھی ظاہر نہ کیا کہ ہم نے یا ہماری جماعت میں سے کسی نے اس پر حملہ کیا تھا۔ اگر ہماری طرف سے اس کے قتل کرنیکے لئے حملہ ہوتا تو حق یہہ تھا کہ میعاد کے اندر اُسی وقت جب حملہ ہوا تھا شور مچاتا اور حکام کو خبر دیتا۔ اگر ہماری طرف سے ایک بھی حملہ ہوتا تو کیا کوئی قبول کرسکتا ہے اس حملہ کیوقت عیسائیوں میں شور نہ پڑجاتا۔ پھر جس حالت میں آتھم نے میعاد گذرنیکے بعد یہہ بیان کیا کہ میرے قتل کرنے کیلئے مختلف وقتوں اور مقاموں میں تین حملے کئے گئے تھے یعنی ایک امرتسر میں اور ایک لودیانہ میں اور ایک فیروزپور میں تو کیا کوئی منصف سمجھ سکتا ہے کہ باوجود ان تین حملوں کے جو خون کرنیکے لئے تھے آتھم اور اس کا داماد جو اکسٹرا اسسٹنٹ تھا اور اسکی تمام جماعت چپ بیٹھی رہتی اور حملہ کرنیوالوں کا کوئی بھی تدارک نہ کراتی کہ اخباروں میں چھپواکر ایک شور ڈال دیتی اور اگر نہایت نرمی کرتی تو سرکار سے باضابطہ میری ضمانت سنگین طلب کرواتی کیا کوئی دل قبول کرلیگا کہ میری طرف سے تین حملے ہوں اور آتھم اور اُسکی جماعت سب کے سب چپ رہیں بات تک باہر نہ نکلے؟ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کرسکتا ہے خاصکر جس حالت میں میرے حملوں کا ثبوت میری پیشگوئی کی ساری قلعی کھولتا تھا اور عیسائیوں کو نمایاں فتح حاصل ہوتی تھی پس آتھم نے یہہ جھوٹے الزام اسی لئے لگائے کہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر اسکا خائف اور ہراساں ہونا ہر ایک پر کھل گیا تھا وہ مارے خوف کے مراجاتا تھا اور یہہ بھی ممکن ہے کہ یہہ آثار خوف اُس پر اسطرح ظاہر ہوئے ہوں جیسا کہ یونس ؑ کی قوم پر ظاہر ہوئے تھے غرض اُس نے الہامی شرط سے فائدہ اُٹھایا مگر دنیا کی محبت کرکے گواہی کو پوشیدہ رکھا اور قسم نہ کھائی اور نالش نکرنے سے ظاہر بھی کردیا کہ وہ ضرور خداتعالیٰ کے خوف اور اسلامی عظمت سے ڈرتا رہا۔ لہذا وہ اخفائے شہادت کے بعد دوسرے الہام کے موافق جلد تر فوت ہوگیا۔ بہر حال یہہ مقدمہ کہ جو اس خوش قسمت اور نیک فطرت بزرگ کا مقدمہ ہے آتھم کے مقدمہ سے بالکل ہمشکل ہے اور اس پر قیاس کرنا چاہئے خداتعالیٰ اس بزرگ کی خطا کو **معاف کرے** اور اس سے **راضی ہو** میں اس سے راضی ہوں اور اسکو **معافی دیتا ہوں** چاہئے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک شخص اسکی نسبت **دعا خیر کرے**۔ اللهم احفظه من البلایا والآفات۔ اللهم اعصمه من المکروهات اللهم ارحمه وانت خیر الراحمین آمین ثم آمین۔

راقم خاکسار میرزا **غلام احمد** از قادیان ۲۲۔ نومبر ۱۸۹۷ء

الحکم کے استحکام کیلئے ناظرین کی مشورے

ذیل میں ہم ایک گرامی نامہ بلاکم وکاست چھاپ کر اپنے ناظرین سے التجا کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنی قیمتی رائوں سے ایڈیٹر الحکم کو مشکور فرماویں ضخامت اور قیمت مضامین کا فیصلہ ہوگیا ہے موجودہ تقطیع کے آٹھ صفحوں اور یہی کاغذ پر الحکم شائع ہوگا قیمت سالانہ ۲ ہوگی چونکہ اخراجات اخبار کی کفالت کیلئے قلیل اشاعت میں مالی مشکلات کا موجب ہوگی اسلئے جو صاحب زیادہ مقدرت رکھتے ہوں وہ زیادہ عنایت کریں ورنہ ہماری طرف سے اس سے زیادہ کا مطالبہ نہ ہوگا ۲ سالانہ میں ہم اس سے اچھا کاغذ اس وقت تک نہ کرسکیں گے جب تک اشاعت کم از کم ۱۰۰۰ تک نہ ہوجائے ہاں ولائتی کاغذ لینے والوں کو للعہ سالانہ دینگے۔ اب ہم ذیل میں منشی نبی بخش صاحب کمپاؤنڈر شملہ کی رائے زرین کو چھاپتے ہیں اور فی الحال اس پر کوئی رائے قائم نہیں کرتے البتہ اتنا چاہتے ہیں کہ اگر سو یا پچاس اشخاص ہماری جماعت میں سے منشی نبی بخش صاحب اور منشی خدا بخش صاحب کی سی ہمت اور کوشش کرنکل آئیں تو ایک سال میں الحکم ایک کثیر الاشاعت اخبار ہوسکتا ہے بہر حال ہم اپنے مہربان اور معاون احباب سے مایوس نہیں +

الحکم کی ترقی کی نسبت رائے

مکرمی ایڈیٹر السلام قبل الکلام۔ الحکم نمبر ۳ مطبوعہ ۹ نومبر ۱۸۹۷ء وصول پایا۔ مطالعہ سے پہلے میں نے حیرانگی سے اخبار کی ضخامت اور قدامت کیطرف غور سے دیکھا۔ کہ کیا وجہ شروع ہی میں ابھی ایک مہینہ بھی پورا نہیں ہوا۔ اخبار کی اصلی حالتمیں تغیر وتبدل واقع ہونا شروع ہوگیا۔ خیر اس حیرانی سے مخلصی پاکر اخبار کو مسلسل طور سے پڑھنا شروع کیا جبکہ میں نے اس مضمون کو پڑھا جو کہ آپنے الحکم کے ناظرین سے ضروری مشورہ کے عنوان سے درج کیا ہے میری ساری حیرانی جاتی رہی اور اُسی مضمون کے ذیل میں آگے چلکر آپنے مجھ ہیچمداں کا نام بڑے بڑے علماء باکمال کے ساتھ درج فرماکر جو اخبار کی اصلاحات کے متعلق مشورہ طلب کیا ہے میں اسقدر افزائی کا تہ دل سے مشکور ہوں مگر ایسے ایسے باکمال اشخاص کی رائے کے آگے میری حقیر رائے بھلا کیا وقعت رکھتی ہے

مگر مجھے میری قومی اخوت اور دلی ہمدردی نے جو اس اخبار کے ساتھ ہے ذیل کی چند سطور کے لکھنے کیلئے مجبور کیا۔

(۱) آپ اخبار "الحکم" کے نہ سولہ صفحے رکھیں نہ چوبیس اٹھائیس بلکہ بہت ہی انسب ہوگا کہ آپ اخبار کو اسی تقطیع کے بارہ صفحوں پر شائع فرمایا کریں اور قیمت عوام سے چھ روپیہ تک لیجاوے یہہ قیمت اس قدر ضخامت کیواسطے کچھ غیر موزون نہیں اور نہ خریداروں کو اسکے ادا کرنیمیں کسی قسم کی دقت پیش آئیگی اور گورنمنٹ و والیان ریاست اور روساء عظام جو کچھ عطا فرمائیں۔ اگر آپ ضخامت زیادہ کروگے تو ضرور اسکے مقابلہ میں قیمت کی بھی ایزادی کرنا پڑیگی تاہم اس قیمت کو بھی وہ لوگ جو زیادہ آسودہ ہیں اخبار کی خریداری منظور کرینگے مگر متوسط درجے کے آدمی جن کو اسکے مضامین کا اشتیاق ہوگا۔ اپنا شوق پورا نہ کرسکیں گے اور اُسکے تازہ اور لہلہاتے مضامین کی ڈالیوں اور پھولوں سے محروم رہیں گے +

(۲) "الحکم" نمبر ۲ میں جو لاہور کی باہمت جماعت نے آپکے اس قانون کی جسمیں خریداروں کے لئے زر نقد کی امداد مقرر کیگئی تھی مخالفت کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان حضرات کو "الحکم" کے نادر اور اچھوتے مضامین کے ساتھ خاص دلی لگاؤ ہے جبکہ انہوں نے اس قاعدہ کی مخالفت نہایت زور کے ساتھ کی ہے تو ضرور وہ اس اخبار کی ترقی کے متعلق رات دن تدابیر سوچتے ہونگے چونکہ میں بھی ان ہی اصحاب کے ہم خیال ہوں اسلئے انکی خدمت میں ایک مناسب رائے پیش کرتا ہوں اور وہ یہہ ہے کہ آپ ایک ایسا فنڈ کھولیں جسکی علت غائی صرف یہی ہو کہ وہ اصحاب جنکا حضور اقدس امام الوقت کے ساتھ خاص تعلق ہے خصوصاً اور دیگر مہربان جنکو اس اخبار کے ساتھ دلچسپی ہے عموماً حسب توفیق چندہ ماہواری جمع کرکے کمیٹی منتظمہ اخبار کی خدمتمیں بھیجدیا کریں اور یہہ بتادینا بھی ضروری امر ہے کہ اس کمیٹی کے کارکن صرف لاہور ہی کی جماعت کے آدمی ہوں اور باقی تمام ممبر یہہ کمیٹی اسوقت تک رہینگی جب تک کہ اس اخبار کی خریدار اسقدر بہم پہنچ جائیں جنکے چندہ سے اخبار نہایت سہولت کیساتھ اپنا خرچ آپ چلالے اس کمیٹی کی ذمہ یہہ کام ہوگا کہ جو چندہ اُنکی خدمتمیں پہنچا کریگا وہ ایڈیٹر صاحب کی خدمتمیں بھیجتی رہا کریگی اور چندہ دہندگان کے نام ماہ بماہ اخبار الحکم کے ایک کالم میں معہ رقم چندہ شائع کریگی لیجئے اسکام کیواسطے بندہ جو کہ قلیل التنخواہ اور کثیر الاخراجات ہے ایک روپیہ ماہوار دینے کا وعدہ کرتا ہے اور نیز برادرم منشی خدا بخش صاحب بھی ایک روپیہ ماہوار چندہ عطا فرماکر کمیٹی منتظمہ اخبار کے ممبروں میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔

یہہ رائے بطور اختصار برادران لاہور کی خدمت میں پیش کیجاتی ہے جس سے امید کیجا سکتی ہے کہ اخبار کی حالت بہت عمدہ ہوجائیگی اب ان بھائیوں کو اختیار ہے کہ اپنی پیش قیمت

کے ترجمہ قرآن مجید پر ایک نظر

(نمبر ۴)

اعتراضات مع دلائل

۱- آپ نے جو کلمہ (کما) کا ترجمہ (گویا) کیا ہے یہہ معنی تو منجملہ ہر چہار تراجم یعنے ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب اور ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب اور ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب اور ترجمہ آقا جمال صاحب میں سے کسی میں بھی درج نہیں ہیں اور کسی بھی تفسیر میں منجملہ ہر چہار تفسیر یعنی تفسیر جلالین اور تفسیر بیضاوی اور تفسیر مدارک التنزیل اور تفسیر حسینی کے درج نہیں ہیں۔

حالانکہ انہیں تراجم اور تفاسیر کی مدد سے اس ترجمہ کا کرنا آپ نے اس ترجمہ کے دیباچہ میں اقرار کرچکے ہیں اور لغت کی بھی کسی ہی کتاب معینہ آپکی سے بھی یہہ معنی تو حاصل نہیں ہو سکتے بلکہ ان جملہ کتب متذکرہ صدر میں اس کلمہ (کما) کے معنی تو (مثل انچہ) یا (مانند آنکہ) درج ہیں۔

اس لئے معلوم نہیں کہ آپ نے کس قسم کی عربیت دانی کے دخل سے یہہ معنی ایجاد کرکے یہاں پر لکھے ہیں ذرا وجوہات اسکی مفصل لکھیں تو سہی +

۲- آپ نے قولہ تعالی (انزلنا) کے ترجمہ کر نہیں نازل شدہ سے مراد (قرآن) لکھا ہے الا تفسیر بیضاوی اور مدارک التنزیل میں علاوہ اور او معانی کے (کتب الہیہ سابقہ) بھی لکھی ہیں آپ نے اس محل پر (کتب الہیہ سابقہ) کو نازل شدہ کی مراد میں کیوں نہ داخل کیا اور کیوں نہ لکھا اور (قرآن) کا لکھنا کس دلیل سے اختیار کیا +

۳- قولہ تعالی (المقتسمین) کو محض ٹھٹھہ کرنیوالے گروہ سے تعبیر کیا ہے +

حالانکہ تفسیر جلالین اور بیضاوی اور مدارک التنزیل میں تو اس کلمہ (المقتسمین) کو اصل کتاب یعنی یہود و نصاری سے تعبیر کیا گیا ہے + آپ کے معنی مختار کے قابل ترجیح ہونے کی کیا کیا دلائل ہیں جن سے آپ کی عربیت دانی کی تصدیق ہو +

اعتراض کا محل نمبر ۷

آپ کی شائع کئے ہوئے ترجمہ قرآن عربی کے صفحہ ۲۵ ای سطر ۱۲ میں جو آیتہ نمبر ۹۱ پر درج ہے وہ آیتہ رکوع ششم سورۃ الحجر نمبری پانزدہم داخلی سیپارہ ربما نمبری چہاردہم میں حسب ذیل ہے +

[illegible] صدر کا آپ کے شائع کئے ہوئے ترجمہ میں حسب ذیل ہے +

۹۱- انہوں نے قرآن کی بوٹیاں نوچ لیں +

اعتراض مع دلیل

آپ نے کلمہ (قرآن) مندرجہ آیتہ متذکرہ صدر کا ترجمہ صرف (قرآن) ہی کردیا ہے - حالانکہ تفسیر جلالین اور مدارک التنزیل اور فوز الکبیر میں تو اس محل پر کلمہ (قرآن) کو (کتب منزلہ سابقہ) سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے آپ نے جو اس تعبیر یعنی مراد جلالین اور مدارک التنزیل اور فوز الکبیر کو ترک کرکے اصل کلمہ متن کا بعینہ اس ترجمہ میں نقل کردیا ہے اسکی کیا وجہ ہے قواعد عربیت دانی کیوجہ سے مفصل لکھیں +

۲- کلمہ (عضین) کا ترجمہ جو آپ نے (نوچ لیا) لکھا ہے یہہ آپ نے کہاں سے لکھا ہے جس قدر ایسی کتابوں کی نام تراجم اور تفاسیر اور لغات کے آپکے دیباچہ میں درج ہیں کہ جنکی مدد سے اس ترجمہ کا لکھا جانا آپ تسلیم کرچکے ہیں ان میں سے تو یہہ معنی (نوچ لیں) کے کسی ایک میں بھی درج نہیں ہیں کیا آپ کو علم لغت میں اس قدر بھی واقفیت نہیں ہے کہ جس سے آپ [illegible] سکیں کہ زبان عربی میں اس کلمہ (نوچ لیں) کے واسطے کونسا لغت مستعمل ہے اور کیا پادری صاحب اسی قسم کے ترجمہ کرنیکی لیاقت پر عربیت دانی کا دعوی ہے اور وہ بھی ایسا کہ عربی لغات کی جڑوں تک پہنچنے والوں کو شناخت کرسکتا ہوں +

اعتراض کا محل نمبر ۸

آپ کے شائع کئے ہوئے ترجمہ قرآن عربی کے صفحہ ۲۰۷ کی سطر ۱۱ تا ۱۳ میں جو آیات نمبر ۴۵ و ۴۶ پر درج ہیں وہ آیات رکوع ہفتم سورۃ النحل نمبری شانزدہم داخلی سیپارہ ربما نمبری چہاردہم میں حسب ذیل ہیں +

۴۵- وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون -

۴۶- بالبینات والزبر وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون -

اور ترجمہ آیات مندرجہ صدر کا آپ کے شائع کئے ہوئے ترجمہ میں حسب ذیل ہے +

۴۵- اور تجھ سے پہلے بھی جو ہم نے بھیجے وہ آدمی تھے انکی طرف ہم الہام کرتے تھے اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر یعنی کتاب سے پوچھ لو -

[illegible] نے بینات اور یہہ کتاب بھیجا اور ہم نے تیری طرف ذکر (قرآن) اتارا تاکہ لوگوں کیلئے جو انکی طرف نازل ہوا بیان کرے اور تاکہ وہ فکر کریں +

اعتراض مع دلیل

آیتہ نمبری ۴۶ کے ترجمہ میں کلمہ (بھیجا) کا جو آپ نے لکھا ہے وہ کس کلمہ عربی مندرجہ آیتہ ہذا کا ترجمہ ہے کیونکہ اس آیتہ نمبری ۴۶ میں تو کوئی بھی کلمہ (ارسلنا) کا کہ جسکے معنی (بھیجا ہم نے) ہو سکیں - موجود نہیں ہے +

اور آیتہ نمبری ۴۶ میں بھی تو کلمہ (ارسلنا) کا بدوں قید کے موجود نہیں ہے بلکہ آیتہ نمبری ۴۵ میں تو کلمہ (ارسلنا) کا موجود ہے وہ تو (ما) نافیہ کا معمول ہے اور (ما ارسلنا) درج ہے محض (ارسلنا) بلا قید (ما) نافیہ کے درج نہیں ہے -

اگر بالفرض آپ نے اپنے اس ترجمہ کے نہ ہونیکے سبب سے اس موقعہ پر بھی دوسروں کی ہی رائے اور عربیت دانی کی سمجھ کی بری بلا تمیز صحیح اور غلط اور موزوں کے اختیار کرلی تھی تو بھولے بھٹکے سے ہی تفسیر بیضاوی اور مدارک التنزیل کی آخری رائے کی ہی پیروی کرکے اس آیتہ نمبری ۴۵ کے آخر میں قولہ تعالی (بالبینات والزبر) کو ملحق کرکے اس آیتہ نمبری ۴۵ کو اس طرح سے کیوں نہ پڑھ لیا +

(وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون بالبینات والزبر) اور اس کا ترجمہ یوں کیوں نہ کر لیا (اور ہم نے تیرے سے پہلے سوائے آدمیوں کے اور کسی کو بھی رسول کرکے نہیں بھیجا ہے اگر تم (بینات اور زبر) یعنی (توریت اور کتب سابقہ) کو پڑھنا نہیں جانتے ہو تو پس (اہل ذکر) یعنی (اہل توریت) سے کہ جنکو ان کتب الہیہ سابقہ کا علم ہے پوچھ لو +

کیونکہ تفسیر بیضاوی اور تفسیر مدارک التنزیل میں علاوہ اور آراء کے یہہ بھی تو لکھا ہے (او بلا تعلمون علی ان الشرط للتبکیت والالزام)

بھلا پادری صاحب آپ کو یہہ درک اور ملکہ کہاں تاکہ اس قسم کے معانی کے کنہہ کو پہنچ سکیں -

کیونکہ اس کے واسطے تو واقفیت علوم متعلقہ زبان دانی عربی کا مادہ اور علی الخصوص علوم القرآن کا حفظ ہونا درکار ہے +

محض دعوی واقفیت علوم عربیہ سے کیا ہو سکتا ہے +

حسب الارشاد شیخ یعقوب علی (تراب) ایڈیٹر و پروپرائٹر الحکم ریاض ہند پریس امرتسر میں چھپکر شائع ہوا

پادری عماد الدین امرتسری کے ترجمہ قرآن مجید پر ایک نظر

(نمبر ۴)

اعتراضات مع دلائل

۱- آپ نے جو کلمہ (کما) کا ترجمہ (گویا) کیا ہے یہہ معنی تو منجملہ ہر چہار تراجم یعنی ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب اور ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب اور ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب اور ترجمہ آقا جمال صاحب میں سے کسی میں بھی درج نہیں ہیں اور کسی بھی تفسیر میں منجملہ ہر چہار تفسیر یعنی تفسیر جلالین اور تفسیر بیضاوی اور تفسیر مدارک التنزیل اور تفسیر حسینی کے درج نہیں ہیں -

حالانکہ انہیں تراجم اور تفاسیر کی مدد سے اس ترجمہ کا کرنا آپ ہی اس ترجمہ کے دیباچہ میں اقرار کر چکے ہیں اور لغت کی بھی کسی ہی کتاب میں آپکی سی بھی یہہ معنی تو حاصل نہیں ہو سکتے بلکہ ان جملہ کتب متذکرہ صدر میں اس کلمہ (کما) کے معنی تو (مثل انچہ) یا (مانند آنکہ) درج ہیں -

اس لئے معلوم نہیں کہ آپنے کس قسم کی عربیت دانی کے دخل سے یہہ معنی ایجاد کر کے یہاں پر لکھے ہیں ذرا وجوہات اسکی مفصل لکھیں تو سہی +

۲- آپ نے قولہ تعالی (انزلنا) کے ترجمہ کہ ہمیں نازل شدہ سے مراد (قرآن) لکھا ہے الا تفسیر بیضاوی اور مدارک التنزیل میں علاوہ اور اور معانی کے (کتب الہیہ سابقہ) بھی لکھی ہیں آپنے اس محل پر (کتب الہیہ سابقہ) کو نازل شدہ کی مراد میں کیوں نہ داخل کیا اور کیوں نہ لکھا اور (قرآن) کا لکھنا کس دلیل سے اعتبار کیا +

۳- قولہ تعالی (المقتسمین) کو محض ٹھٹھہ کرنیوالے گروہ سے تعبیر کیا ہے +

حالانکہ تفسیر جلالین اور بیضاوی اور مدارک التنزیل میں تو اس کلمہ (المقتسمین) کو اصل کتاب یعنی یہود و نصاری سے تعبیر کیا گیا ہے + آپ کے معنی مختار کے قابل ترجیح ہونے کی کیا کیا دلائل ہیں جن سے آپ کی عربیت دانی کی تصدیق ہو +

اعتراض کا محل نمبر ۷

آپ کی شائع کئے ہوئے ترجمہ قرآن عربی کے صفحہ ۱۲۵ کی سطر میں جو آیۃ نمبر ۹۱ پر درج ہے وہ آیۃ رکوع ششم سورۃ الحجر نمبری پانزدہم داخلی سیپارہ ربما نمبری چہاردہم میں حسب ذیل ہے +

۹۱- الذین جعلوا القرآن عضین -

اور ترجمہ آیۃ مندرجہ صدر کا آپکے شائع کئے ہوئے ترجمہ میں حسب ذیل ہے +

۹۱- انہوں نے قرآن کی بوٹیاں نوچ لیں +

اعتراض مع دلیل

آپ نے کلمہ (قرآن) مندرجہ آیۃ متذکرہ صدر کا ترجمہ صرف (قرآن) ہی کر دیا ہے - حالانکہ تفسیر جلالین اور مدارک التنزیل اور فوز الکبیر میں تو اس محل پر کلمہ (قرآن) کو (کتب منزلہ سابقہ) سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے آپ نے جو اس تعبیر یعنی مراد جلالین اور مدارک التنزیل اور فوز الکبیر کو ترک کر کے اصل کلمہ متن کا بعینہ اس ترجمہ میں نقل کر دیا ہے اسکی کیا وجہ ہے قواعد عربیت دانی کی وجہ سے مفصل لکھیں +

۲- کلمہ (عضین) کا ترجمہ جو آپنے (نوچنا) لکھا ہے یہہ آپنے کہاں سے لکھا ہے جس قدر ایسی کتابوں کے نام تراجم اور تفاسیر اور لغات کے آپکے دیباچہ میں درج ہیں کہ جنکی مدد سے اس ترجمہ کا لکھا جانا آپ تسلیم کر چکے ہیں ان میں سے تو یہہ معنی (نوچ لیں) کے کسی ایک میں بھی درج نہیں ہیں کیا آپ کو علم لغت میں اس قدر بھی واقفیت نہیں ہے کہ جس سے آپ تو سمجھ سکیں کہ زبان عربی میں اس کلمہ (نوچ لین) کے واسطے کونسا لغت مستعمل ہے اور کیا پادری صاحب اسی قسم کے ترجمہ کرنیکی لیاقت پر عربیت دانی کا دعوی ہے اور وہ بھی ایسا کہ عربی لغات کی جڑوں تک پہنچنے والوں کو شناخت کر سکتا ہوں +

اعتراض کا محل نمبر ۸

آپ کے شائع کئے ہوئے ترجمہ قرآن عربی کے صفحہ ۱۲۷ کی سطر ۱۱ تا ۱۳ میں جو آیات نمبر ۴۵ و ۴۶ پر درج ہیں وہ آیات رکوع ہفتم سورۃ النحل نمبری شانزدہم داخلی سیپارہ ربما نمبری چہاردہم میں حسب ذیل ہیں +

۴۵- وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون -

۴۶- بالبینات والزبر وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون -

اور ترجمہ آیات مندرجہ صدر کا آپ کے شائع کئے ہوئے ترجمہ میں حسب ذیل ہے +

۴۵- اور تجھ سے پہلے بھی جو ہم نے بھیجے وہ آدمی تھے انکی طرف ہم الہام کرتے تھے اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر یعنی کتاب سے پوچھ لو -

۴۶- انہیں ہم نے مع دلائل اور یہہ کتاب بھیجا اور ہم نے تیری طرف ذکر (قرآن) اتارا تاکہ لوگوں کیلئے جو انکی طرف نازل ہوا بیان کرے اور تاکہ وہ فکر کریں +

اعتراض مع دلیل

آیۃ نمبری ۴۶ کے ترجمہ میں کلمہ (بھیجا) کا جو آپنے لکھا ہے وہ کس کلمہ عربی مندرجہ آیۃ ہذا کا ترجمہ ہے کیونکہ اس آیۃ نمبری ۴۶ میں تو کوئی بھی کلمہ (ارسلنا) کا کہ جسکے معنی (بھیجا ہم نے) ہو سکیں - موجود نہیں ہے +

اور آیۃ نمبری ۴۶ میں بھی تو کلمہ (ارسلنا) کا بدوں قید کے موجود نہیں ہے بلکہ آیۃ نمبری ۴۵ میں تو کلمہ (ارسلنا) کا موجود ہے وہ تو (ما) نافیہ کا معمول ہے اور (ما ارسلنا) درج ہے محض (ارسلنا) بلا قید (ما) نافیہ کے درج نہیں ہے -

اگر بالفرض آپ نے آیۃ اس درجہ کے نہ ہونے کے سبب سے اس موقعہ پر بھی دوسروں کی ہی رائے اور عربیت دانی کی سمجھ کی پیری بلا تمیز صحیح اور غلط اور موزون کے اختیار کرتی تھی تو بھولے بھٹکے سے ہی تفسیر بیضاوی اور مدارک التنزیل کی آخری رائے کی ہی پیروی کر کے اس آیۃ نمبری ۴۵ کے آخر میں قولہ تعالی (بالبینات والزبر) کو ملحق کر کے اس آیۃ نمبری ۴۵ کو اس طرح سے کیوں نہ پڑھ لیا +

(وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون بالبینات والزبر) اور اس کا ترجمہ یوں کیوں نہ کر لیا (اور ہم نے تیری سے پہلے سوائے آدمیوں کے اور کسی کو بھی رسول کر کے نہیں بھیجا ہے اگر تم (بینات اور زبر) یعنی (توریت اور کتب سابقہ) کو پڑھنا نہیں جانتے ہو تو پس (اہل ذکر) یعنی (اہل توریت) سے کہ جنکو ان کتب الہیہ سابقہ کا علم ہے پوچھ لو +

کیونکہ تفسیر بیضاوی اور تفسیر مدارک التنزیل میں علاوہ اور آراء کے یہہ بھی تو لکھا ہے (او بلا تعلمون علی ان الشرط للتبکیت والالزام)

بھلا پادری صاحب آپ کو یہہ درک اور ملکہ کہاں تاکہ اس قسم کے معانی کے کنہ کو پہنچ سکیں -

کیونکہ اس کے واسطے تو واقفیت علوم متعلقہ زبان دانی عربی کا مادہ اور علی الخصوص علوم القرآن کا حفظ ہونا درکار ہے +

محض دعوی واقفیت علوم عربیہ سے کیا ہو سکتا ہے +